عباس علی لمعہ

ڈاکٹر سعید اختر درانی

اقبال نامہ مرتبہ شیخ عطاء اللہ (شیخ محمد اشرف، اڈیشن ۱۹۵۱ء) میں عباس علی خان لمعہ حیدرآبادی کے نام علامہ کے مکاتیب کی تعداد ۲۹ ہے۔ محققین و ماہرینِ اقبالیات نے ان مکاتیب کو غیر مستند ٹھہرایا ہے۔ میر یٰسین علی خان کی معلومات اور اطلاع کے مطابق لمعہ صاحب نے اقبال سے خط کتابت کا کبھی ذکر نہیں کیا اور نہ کسی اور ذریعے سے ہی انھیں یہ معلوم ہو سکا کہ اقبال سے ان کی خط کتابت رہی تھی اور اُن سے شاگردی کا تعلق قائم ہوا تھا۔ البتہ یہ بات ضرور تھی کہ لمعہ صاحب کا یہ رجحان رہا کہ کسی طرح معروف و مشہور شخصیات سے اُن کا تعلق قائم ہو جائے۔ محققین کے مطابق ان خطوط کے جعلی ہونے کی بات کو مسترد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان خطوطِ اقبال کی اصل یا عکس پیش نہیں کیا جا سکا۔ یہ مسئلہ تبھی حل ہو سکتا ہے جب اس مراسلت کی اصل مہیا ہو جائے۔ دوسری بات یہ بھی پیش نظر رہے کہ لمعہ تخلص کرنے والے ایک دوسرے بزرگ شاعر بھی تھے جن کا نام سید نوازش علی موسوی ہے۔ یہ حیدرآباد میں رہایش پذیر تھے۔ اُردو، فارسی میں گراں قدر شاعر تھے۔ علامہ کی یہ مراسلت ان صاحب سے بھی ہو سکتی ہے لیکن اس کے لیے بھی کسی ٹھوس شہادت کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹر عباس علی خان لمعہ کے نام علامہ اقبال کے خطوط کی تعداد اقبالنامہ، جلد اول، شیخ محمد اشرف، ۱۹۵۱ء، ص ۲۶۳-۲۹۸ مرتبہ شیخ عطاء اللہ کے مطابق ۲۹ ہے۔ اُن میں سے بعض خطوط ایک عرصے سے محققین کے نزدیک متنازع فیہ ہیں۔ میں نے ۱۹۸۴ء میں سفر حیدرآباد دکن کے دوران وہاں کے مشہور اخبار سیاست میں اس بارے میں چند مضامین پڑھے تھے۔ ان میں بعض لکھنے والوں نے مذکورہ خطوط کے جعلی ہونے اور بعض نے مستند ہونے کی حمایت کی تھی۔

۱۹۹۰ء کے عشرے کے دوران مَیں لندن میں اپنے دیرینہ کرم فرما جناب عزیز الدین احمد (جو خود بھی حیدرآباد کے ایک ممتاز علمی خانوادے کے رُکن ہیں) کے توسط سے وہاں کے ایک قدیمی نوابی خاندان کے فرد میر یٰسین علی خان صاحب سے اکثر ملا کرتا تھا۔ میر صاحب ایک مخیّر انسان تھے اور نہ صرف ہماری پُرتکلف مہمان نوازی فرماتے تھے، بلکہ حیدرآباد دکن کے قدیم علمی و ادبی ماحول کے بارے میں معلومات بہم پہنچایا

کرتے تھے۔ میر صاحب موصوف علی گڑھ کے پڑھے ہوئے تھے اور اُن کی بیگم ڈاکٹر زبیدہ یزدانی نے آکسفورڈ یونی ورسٹی سے پی ایچ ڈی کی تھی۔ میر صاحب کی پیدائش ۱۹۰۸ء کے لگ بھگ کی تھی۔ موصوف کا ۱۹۹۶ء میں قریباً ۸۸ سال کی عمر میں لندن میں انتقال ہوا۔

میر یٰسین علی خان صاحب سے میری گفتگو اکثر علامہ اقبال کے بارے میں ہوتی تھی۔ انھوں نے بتایا کہ وہ لمعہ حیدرآبادی سے اچھی طرح واقف تھے۔ میں نے درخواست کی کہ آپ اُن کے بارے میں ایک مضمون لکھ دیں کیونکہ بہت سے اقبال شناس اس معاملے میں بہت متجسس ہیں۔ چنانچہ کچھ عرصے بعد ۱۹۹۴ء میں میر صاحب نے ایک مضمون لکھ دیا، جو جناب عزیز احمد نے اپنے خوش خط میں نقل کر کے میرے حوالے کر دیا۔ اور بتایا کہ میر صاحب نے یہ شرط لگائی ہے کہ میں یہ مضمون ان کی وفات کے بعد شائع کروں۔

میں نے مارچ ۱۹۹۰ء میں میر صاحب کے گھر پر ایک خط کی عکسی نقل دیکھی تھی جو بظاہر عباس علی لمعہ صاحب کے نام علامہ اقبال کا لکھا ہوا خط محسوس ہوتا تھا لیکن جملے کی ساخت سے معلوم ہوتا تھا کہ اس میں تحریف کی گئی ہے۔ میرے ایک نوٹ (مورخہ ۱۴ر مئی ۱۹۹۰ء) کے مطابق یہ خط سیاست اخبار میں شائع ہوا تھا جو میر صاحب نے مجھے دکھایا تھا۔

آج (مورخہ ۹ر جنوری ۲۰۰۷ء) جناب محمد عبداللہ قریشی کی کتاب روحِ مکاتیب اقبال (اقبال اکادمی پاکستان، لاہور ۱۹۷۷ء) میں پڑتال (Check) کرنے پر معلوم ہوا کہ علامہ کے خط مورخہ ۳۰ر جون ۱۹۳۳ء میں یوں تحریر ہے (ص ۴۶۴): ''میرا دوستانہ مشورہ ہے کہ آپ شعر و سخن میں اپنا وقت عزیز ضرور صرف کریں''۔ (اس فقرے کی ساخت بھی توجہ طلب ہے۔ دُرّانی) پھر اُسی کتاب میں ص ۴۶۷ پر (خط مؤرخہ ۶ر جولائی ۱۹۳۳ء) کا پہلا فقرہ یوں ہے: ''میں نے آپ کو مشورہ دیا تھا آپ شعر و شاعری کا مشغلہ ترک نہ کریں......''

بہرحال مکاتیب اقبال میں ڈاکٹر محمد عباس علی خان لمعہ حیدرآبادی کا شمار ان شخصیات میں ہے جن سے علامہ اقبال کی مراسلت رہی۔ اس اہمیت کے پیشِ نظر لمعہ صاحب کے بارے میں میر یٰسین علی خان صاحب کا یہ مضمون ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

سعید اختر دُرّانی۔ برمنگھم، ۹ر جنوری ۲۰۰۷ء

عباس علی لمعہ

میر لیٰسین علی خان

جناب عباس علی لمعہ سے میری پہلی ملاقات اُن کے بھانجے عبداللطیف صاحب کے گھر پر حیدرآباد دکن میں ہوئی، جو محکمہ انکم ٹیکس میں میرے ساتھی تھے۔ یہ بات غالباً ۱۹۴۲ء یا ۱۹۴۳ء کی ہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے، لمعہ صاحب سی-پی و برار میں کہیں رہا کرتے تھے اور کبھی اُن کا قیام جالنہ میں ہوا کرتا تھا جو ریاست حیدرآباد کے ضلع اورنگ آباد کا تعلقہ تھا۔ جب کبھی لمعہ صاحب حیدرآباد آتے، اپنے دورانِ قیام میں دو تین مرتبہ میرے گھر تشریف لایا کرتے اور اپنا اُردو اور فارسی کلام ضرور سنایا کرتے اور تعریف سے بہت خوش نظر آتے۔ اُن سے میری ملاقاتیں ۱۹۴۹ء تک جاری رہیں۔ رفتہ رفتہ وہ کھلتے گئے اور اپنے خانگی حالات کے ضمن میں مجھے بتلایا کہ اُن کی آبائی زرعی زمینات کے تعلق سے عدالتوں میں مقدمات چل رہے ہیں، جس کی وجہ سے اُن کو کافی گھومتے رہنا پڑتا ہے۔

۱۹۴۸ء میں میرا تبادلہ اورنگ آباد میں بحیثیت انکم ٹیکس آفیسر ہوا۔ اس وقت جناب صدق جائسی، جو ایک اعلیٰ ذوق کے انسان اور ایک اچھے شاعر تھے، جن کی کتاب دربارِ دُربار بہت مشہور ہوئی، وہ بھی بحیثیت مدرس اورنگ آباد میں مقیم تھے۔ صدق جائسی صاحب کے پاس شعر خوانی کی محفلیں جمتی تھیں۔ وہاں بعض دفعہ لمعہ صاحب بھی آجایا کرتے تھے اور مجھ سے ملاقات کی تجدید ہوجایا کرتی تھی۔

لمعہ صاحب کو اپنے مقدمات کے سلسلہ میں اکثر بمبئی بھی جانا پڑتا تھا۔ بمبئی کا ذکر کرتے ہوئے لمعہ صاحب نے ایک دلچسپ بات مجھے یہ بتلائی کہ رابندر ناتھ ٹیگور جب کبھی بمبئی آتے تو نے پین سی روڈ (Napean Sea Road) کے ساحل پر تفریح کے لیے ضرور آتے۔ ایک دن لمعہ صاحب ٹیگور کی کتاب گیتا نجلی اپنے سینے پر کھلی رکھ کر سمندر کے کنارے آنکھیں بند کیے لیٹے ہوئے تھے۔ ٹیگور نے قریب سے گذرتے ہوئے انھیں اس حالت میں دیکھا تو جگا کر بڑی شفقت سے باتیں کیں۔ بس اس روز سے، بقول لمعہ صاحب کے، اُن کی دوستی اور شناسائی کی ابتدا گرودیو ٹیگور سے ہوگئی اور مابعد خط وکتابت بھی ہونے لگی۔

اقبال سے اُن کے تعارف یا خط وکتابت کا کوئی ذکر کبھی بھی مجھ سے لمعہ صاحب نے نہیں کیا اور نہ کسی اور ذریعہ سے مجھے یہ بات معلوم ہوسکی کہ وہ اقبال کے شاگرد یا دوست ہیں، یا مرسل الیہ۔ لمعہ صاحب نے مجھ سے کبھی محترمہ عطیہ فیضی سے اُن کی ملاقات اور ان کی محفل میں اقبال کی تشریف آوری اور لمعہ صاحب کا تعارف (جیسا کہ رحمانی صاحب[۱] نے تحریر فرمایا ہے) اس کا ذکر نہیں کیا۔ لہٰذا میرے لیے یہ کہنا مشکل ہے کہ علامہ اقبال سے اُن کے کیا تعلقات رہے ہیں۔ البتہ میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ لمعہ صاحب کا رجحان میں

نے یہ پایا کہ کسی طرح معروف و مشہور ادبی شخصیتوں سے تعلق قائم کیا جائے۔ چنانچہ میں نے اُن کی خواہش کے بموجب تاریخ کے مشہور پروفیسر جناب ہارون خان شیروانی صاحب (پدما بھوشن) اور آثارِ قدیمہ کے ناظم جناب غلام یزدانی صاحب[۲] مرحوم (پدما بھوشن OBE) سے اُن کا تعارف کروایا تو لمعہ صاحب نے اپنی ٹیگور سے خط و کتابت کا ذکر کرتے ہوئے ٹیگور کا اُن کے نام لکھا ہوا خط، جو اُن کو زبانی یاد تھا، شروع سے آخر تک سنا ڈالا۔ ان دونوں حضرات نے خط سننے کے بعد کسی رائے کا اظہار کیے بغیر یک گونہ خاموشی اختیار کر لی۔ اس طرح یہ ملاقات ختم ہوگئی۔ لمعہ صاحب کے جانے کے بعد میں نے ہمت کر کے ان بزرگوں سے پوچھا کہ آپ نے لمعہ صاحب سے گفتگو ایک دم ختم کر دی، اس کی کیا وجہ تھی۔ تو مجھے یہ جواب ملا کہ جو شخص ٹیگور کا خط زبانی یاد کر کے سناتا پھرے اس کے پاس گفتگو کے لیے اور کیا تھا۔

اب میں پروفیسر رحمانی صاحب کے اس مضمون کے تعلق سے، جس میں انھوں نے ڈاکٹر عبداللہ چغتائی کے حوالے[۳] سے لمعہ اور اقبال کی دوستی کی اہمیت کا ذکر کیا ہے یہ عرض کروں گا کہ جگن ناتھ آزاد، عبدالقوی دسنوی، ڈاکٹر محمد دین تاثیر اور سید عبدالواحد معینی کی اس رائے سے کہ لمعہ کے نام اقبال کے خطوط جعلی ہیں، میں قطعی طور پر اپنی کوئی رائے اس لیے نہیں دے سکتا کہ علامہ کی دستی تحریر یا اس کی فوٹو کاپی کسی نے بھی اب تک پیش نہیں کی ہے، جس کو بنیاد بنا کر کوئی تصفیہ کیا جا سکے کہ یہ خطوط اصلی ہیں یا نہیں۔ اس کے علاوہ لمعہ صاحب کا وہ کلام جو اقبال کا دیکھا ہوا اور اس پر اصلاحیں دی ہوئی بیان کیا گیا ہے، اس کے متعلق یہ بتلایا گیا ہے کہ اصلی کاغذات تو نہیں مل سکے لیکن لمعہ حیدرآبادی نے اپنے اور دوسروں کے ہاتھوں جو نقل کروایا تھا، وہ کاغذات حاصل ہوگئے ہیں۔ یعنی یہ کاغذات بھی اصل نہیں ہیں۔ تو پھر کسی معتبر ثبوت کا مہیا کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

جگن ناتھ آزاد، عبدالقوی دسنوی، ڈاکٹر محمد دین تاثیر اور عبدالواحد معینی اقبال شناسوں کے ایسے نام ہیں جن کی تحریر کو کسی طرح نظر انداز اس وقت تک نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ اقبال کے ہاتھ کے لکھے ہوئے خطوط پیش نہ کیے جائیں کیونکہ اقبال کا نیم شکستہ خط بہ آسانی پہچانا جا سکتا ہے۔ میرے خیال میں یہ بات ایک قصۂ پارینہ ہو چکی ہے۔ اس واسطے میرا ناچیز مشورہ پروفیسر اکبر رحمانی کو یہ ہو سکتا ہے کہ لمعہ اور اقبال کے تعلق سے جو مواد ان کو دستیاب ہو چکا ہے، [اور] جسے وہ مصدقہ سمجھتے ہیں معترضین کو بیچ میں لائے بغیر پیش فرمائیں تا کہ کوئی بے مزا معرکہ کھڑا نہ ہونے پائے۔

اس امر کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ لمعہ تخلص کرنے والے ایک بزرگ شاعر سید نوازش علی موسوی حیدرآباد میں رہتے تھے جو میرے دادا نواب میر حسن علی خان امیر شاگردِ داغ کے دوست تھے اور اُن کے گھر تشریف لایا کرتے تھے۔ سید نوازش علی موسوی لمعہ فارسی اور اُردو کے گراں قدر شاعر اور بڑے عالم

تھے۔ اُن کے خاندان کے ایک گراں قدر فارسی گو شاعر جناب برق موسوی سے بزمِ سعدی (فارسی) کی شگفتہ محفلوں میں میری ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ حیدرآباد کی بزمِ سعدی کی محفلوں میں اس وقت کے ایرانی سفرا بھی شرکت فرمایا کرتے تھے اور ان کے سفارت خانے میں بھی بزمِ سعدی کی مجلسیں منعقد کی جاتی تھیں جن میں شہر حیدرآباد کے علما، پروفیسر اور صاحب ذوق حضرات کافی تعداد میں شریک ہوتے تھے۔ بزمِ سعدی کے اُس وقت کے سکرٹری جناب قمر ساحری تھے جو اب کراچی میں پروفیسر قمر ساحری کے نام سے ادبی اور علمی مشاغل میں مصروف ہیں۔　　　۲۶؍جولائی ۱۹۹۴ء (لندن)

حوالے و حواشی

۱- جناب اکبر رحمانی کی طرف اشارہ ہے۔

۲- میر یٰسین علی خان کے خسر محترم تھے۔

۳- ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی اپنی کتاب اقبال کی صحبت میں (مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۷۷ء) میں لکھتے ہیں ''مجھے علامہ کے ہاں لمعہ کی نظموں کا ایک مجموعہ ملا تھا، جس پر ۲۲؍جنوری ۱۹۳۴ء کی تاریخ درج ہے۔ اس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ۱۹۳۲ء سے بھی پہلے ان صاحب نے علامہ کے ساتھ مراسلت و مکاتبت شروع کر دی ہوگی۔'' (صفحہ ۳۹۴)